

اس کے علاوہ ان فرقہ پرستوں کے خود ساختہ عقائد کی بھی تردید ہے، جو امام الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا رسول تو مانتے ہیں، لیکن انہیں آپ ﷺ کے ”انسان“ ہونے اور اللہ کا ”بندہ“ ہونے میں شدید تحفظات ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو کبھی اللہ پاک کے ہم جنس کہتے ہیں، کبھی آپ ﷺ کے علاوہ بعض امتیوں کو بھی ذاتِ باری تعالیٰ کے مشابہ صفات سے متصف کرتے ہوئے مختارِ کل، عالم الغیب، حاجت روا، مشکل کشا جیسے القاب الہیہ دیتے ہیں۔

وَأَنَّ عِيسَىٰ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوْحُ بَنِي: اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے گندے عقائد کی تردید ہے۔ یہود بے بہود اس نبی مقدس ﷺ اور اس کی پاکیزہ و عفت مآب والدہ محترمہ کے بارے انتہائی غلیظ بات کرتے ہیں۔ نصرانی لوگ ابتدائی صدیوں کے اندر ہی پولس کی سازش کے شکار ہو کر گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے۔ وہ اس عظیم بندے کے بارے میں غلو کے مرتکب ہوئے۔ کوئی انہیں اللہ پاک کا بیٹا کہتا ہے، کوئی تین معبودوں میں سے تیسرا۔ دور نبوت کے نصرانی اللہ پاک، حضرت عیسیٰ ﷺ اور حضرت مریم کے مجموعے کو معبود مانتے تھے، موجودہ دور کے نصرانی حضرت مریم کی جگہ ”روح القدس“ یعنی حضرت جبریل ﷺ کو شامل کرتے ہیں۔

وَالْحَسَنَةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ: اللہ پاک کے دائمی نعمت کدہ جنت اور عذاب کی جگہ دوزخ کو برحق ماننا تمام آسمانی ادیان میں مشترک عقیدہ ہے۔ لیکن کفار و مشرکین کے تھنک ٹینک نے جنگوں میں مجاہدین اسلام کی ناقابل یقین فتوحات کا راز معلوم کر کے اہل ایمان کو عقائد و اعمال میں کمزور کرنے کے لیے جو فرتے ایجاد کیے، ان میں جنت کا شوق رکھنے اور دوزخ سے ڈرنے کو کمتر درجہ کا ایمان قرار دینے کی سازش کی گئی۔ ان فرقوں میں قرآن مجید و حدیث شریف کے بغیر احکام الہیہ کی معرفت، اور شریعت اسلامیہ کی پابندی کے بغیر تقرب الہی کے حصول کا امکان بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مبارک دعا میں ضمناً اس بدعتی عقیدے کی تردید بھی ہے۔



گو اسی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
سیدھے قد سے جو کھڑا ہوں تو وہ تیرا ہے کرم
آساں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
دوئی کے سب نقش جموٹے ہیں، سچا ایک نام اس کا
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
اور ظلمت رات کی سیما پا ہو جائے گی
یہ چمن معمور ہو گا نعمتِ توحید سے

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد علی بن عبدالسلام بن علی نصیب شکرئی

۱۹۰۰ء.....۱۹۷۰ء

عبدالرحیم روزی

مولانا محمد علی بن عبدالسلام ضلع شگر کے علاقہ گوگما غنڈو حالیہ ”گلاب پور“ کے محلہ خورید میں لہاری قبیلہ میں تقریباً 1900ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور شگر خاص کے ایک اہلحدیث عالم مارفونلا کے پاس دو تین سال تک حاصل کی۔ پھر والد نے آپ کو بلغار مولانا عبدالصمد بن سودے کے پاس بغرض تعلیم بھیجا۔ وہاں صحیح بخاری تک تعلیم حاصل کی۔ یہیں سے آپ تحقیق کی روشنی میں عامل بالحدیث ہو چکے تھے۔ آپ کے والد نور بخشی المشرب عالم تھے اور سب لوگ ان کے تابع تھے۔

یہ وہ دور تھا کہ سید ابوالحسن بن محمد شاہ کریسی بلتستان بھر میں عمل بالحدیث کی دعوت دے رہے تھے۔ شگر میں بھی کچھ لوگ مان گئے۔ سید مرحوم نے اپنی تین صاحبزادیوں کی شادی شگر میں کرا دی۔ جن میں سے ایک داماد بوا عبداللہ المعروف بوا اکبر والد سید فضل الرحمن ہیں۔

مولانا محمد علی کو کبھی صرف علی پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ شگر میں بوا علی کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے تقریباً 1930ء میں مزید علمی رسوخ حاصل کرنے کے لیے دہلی کا سفر کیا۔ اور مدرسہ میاں نذیر حسین دہلوی پھانک جیش خان سے سند فراغت حاصل کر کے یعنی کنڈن بن کر غالباً 1937ء میں واپس لوٹے۔ گلاب پور اور وزیر پور کے علاقے میں سید اکبر کے بعد دوسرا اہلحدیث عالم ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اساتذہ: آپ کے زمانہ طلب علم میں مدرسہ دہلی میں مولانا ابوسعید شرف الدین گجراتی، مولانا عبدالرحمن خان، مولوی محمد یونس دہلوی اور مولوی عبید اللہ مدرسین تھے۔ یہی لوگ آپ کے اساتذہ ہیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن کا مؤسس: مولانا ہندوستان کی اہلحدیث انجمن کی طرف سے مبلغ دس (10) روپے مشاہرہ مقرر کر کے بھیجے گئے تھے۔ آپ نے 1938-40ء میں گلاب پور میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا اور اس میں پڑھانے لگے۔ یہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی شاخ تھا۔ یہ مدرسہ مولانا کے مکان کے قریب ہی واقع ہے، جو دو کمروں

پر مشتمل تھا۔ مدرسہ ہذا میں آپ سے اہلحدیث و نوربخشیہ مسالک کے لوگ خوشہ چینی کرنے آتے تھے۔ اور اکثریت نوربخشیہ صوفیہ کی تھی۔ آپ کے نام انڈیا سے جرائد و مجلات پہنچتے تھے۔ مدرسہ میں لوگ فقہ بھی لے کر آتے تھے۔ آپ کے پاس چھوڑوں سے بھی طلباء تعلیم کے لیے آتے تھے۔ اس وقت یہ مدرسہ ”معهد بلتستان الاسلامی خورید“ کے نام سے جامعہ بلتستان الاسلامیہ شگر کی برانچ ہے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ جنہوں نے خورید منبع العلوم وغیرہ میں آپ سے فیض حاصل کی، جن میں سے کچھ یہ ہیں: مولانا محمود، مولانا حسن شاہ، سید مولانا فضل الرحمن، شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام عبدالرحیم، مولانا کاظم، آپ کے بیٹے اور راوی مولانا محمد حفظہ اللہ و دیگر علماء جنہوں نے منبع العلوم میں پڑھایا، آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کو راجہ شکر محمد علی شاہ صبا کا والد شکر خاص لے گئے، جہاں آپ نے لوگوں کو تعلیم دی۔ وہاں تقریباً سال ڈیڑھ سال ٹھہرے۔ تھانیدار غلام حسین کے مطابق وہاں 40 لوگوں نے آپ کے پاس قرآن مجید ختم کیا۔ خود راجہ صاحب بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ اور یہ قیام پاکستان کے بعد کا واقعہ ہے۔

جماعتی خدمات: انجمن اسلامیہ بلتستان نے آپ کو قیام پاکستان کے بعد جامع مسجد کشو باغ سکر دو میں خطیب و امام جمعہ و جماعت مقرر کیا۔ جہاں آپ ساڑھے آٹھ سال ٹھہرے۔ آپ یہاں طلباء کو پڑھاتے بھی تھے۔ سابق ڈائریکٹر زراعت مولانا عبدالکریم بلغاری ”حیات مستعار سے خارزار راستے“ [ص 62-1959ء کے واقعات میں مولانا محمد علی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”میں سکر دو میں مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ صبح و شام درس قرآن کریم و حدیث نبوی کے لیے مولانا محمد علی کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، سو وہ اپنے دوسرے مشاغل کو چھوڑ کر اس عاجز کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ اور تعلیم کے احوال پوچھنے کے ساتھ بھوک مٹانے کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اسی دوران پولیٹیکل ایجنٹ سکر دو کی طرف سے مولانا غلیل الرحمن اور مولانا محمد کثیر کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ اور مولانا محمد علی کو سکر دو بدری کا حکم ملا۔ اس دوران مولانا محمد علی کے حکم سے میں اذان دیتا اور نماز پڑھاتا رہا۔“ اھ

آپ کے بیٹے مولوی محمد حفظہ اللہ نے بتایا کہ مولانا محمد علی مرحوم مولانا محمد کثیر اور جماعت کے مابین اختلاف کی وجہ سے جامع مسجد سے نکالے گئے اور شکر چلے آئے۔ واللہ اعلم

سانحہ کشواہ سے کیسے بچے؟ مولانا محمد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”سکر دو سیرت کانفرنس میں شمولیت کی دعوت مولانا نور عین اور والد مرحوم کے نام تھی۔ مولانا نور عین وہاں تشریف لے گئے اور خوب چوٹ کھائی۔ جبکہ والد مرحوم شکر خاص میں ایک دوست ”سکم پی مالی“ کے ہاں پہنچے۔ وہ والد کے گہرے دوست تھے۔ سکر دو جانے کا مدعا سن کر اس نے کہا: میں کسی بھی صورت آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ آپ نے بھی خوب اصرار کیا؛ مگر مہمان تو میزبان کے ہاتھ اسیر ہوتا ہے، وہ غالب آیا اور تین روز تک چھپائے رکھا۔ ہمیں کئی روز بعد سانحہ سکر دو کا علم ہوا۔ لوگوں نے اس پناہ دینے والے دوست کے ساتھ ایک سال تک باہنکارہ کیا۔

مولانا کی قناعت پسندی: آپ کے بزرگ بیٹے مولانا محمد نے بتایا: قیام پاکستان کے وقت میری عمر بارہ تیرہ سال تھی، مجھے کافی واقعات یاد ہیں۔ قیام پاکستان و آزادی بلتستان سے قبل سکر دو بازار میں ایک سگھ دوکاندار پرتاپ سگھ اور والد مرحوم میں واقفیت تھی، گھر کا سودا اسی سے لیتے تھے۔ جب بلتستان میں حالات خراب ہونے کے آثار نظر آئے، تو اس نے کہا: محمد علی صاحب! اب جنگ کا امکان ہے۔ میری دوکان سے جو بھی چیز مثلاً کپڑا، چینی، کھانے کی اشیاء کی ضرورت ہو، جتنا تم اٹھا سکتے ہو لے جاؤ۔ میں تجھے برضا و رغبت اجازت دیتا ہوں۔ والد مرحوم نے کہا: مجھے تیرا مال اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے، پیشکش کا شکریہ۔ آپ نے مفت میں کچھ بھی نہیں اٹھایا۔ اتنے عرصے میں گلگت وغیرہ جگہوں سے پاک فوج پہنچی اور رضا کاروں نے سکھوں کو قتل کر دیا۔ شکر کے سگھ کا رو باری لوگ ہر گسہ میں قتل کیے گئے۔ یاد رہے یہ پرتاپ سگھ اپنے مذہب کا خون تھا۔

دعوت و تبلیغ: گلاب پور اور وزیر پور میں مولانا محمد علی اور آپ کے طبقہ سے قبل اہلحدیث کا نام و نشان نہ تھا۔ آپ اور مولانا سید عبداللہ عرف بوا اکبر اور ساتھیوں کی دعوتی تگ و تاز کے نتیجے میں کافی اہلحدیث پھیل گئے۔ ان دو جگہوں کے بعد پینڈو وغیرہ جگہوں میں بھی عقیدہ توحید و سنت جڑ پکڑنے لگا۔

مدرسہ منبع العلوم کی تاسیس میں حصہ: مولانا محمد اور فیض اللہ حفظہما اللہ فرماتے ہیں: ”1965ء میں مولانا محمد علی، مولانا تقی، سید عبداللہ اکبر اور ان کے بیٹے سید فضل الرحمن وغیرہ نے اجلاس کیا اور وزیر پور پنچوں (توحید آباد) میں منبع العلوم کے نام سے تعلیمی ادارہ کی اساس رکھی۔ شروع کے مدرسین یہی بزرگان تھے۔ بعد میں جب یہ بزرگ خوب معمر ہوئے تو سید فضل الرحمن، مولانا محمد خود، مولانا عبدالسلام بن عبدالرحیم اور مولانا کاظم مدرس